عاصمہ رانی
سکالر پی ایچ۔ ڈی
شعبۂ اُردو و اقبالیات، اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور
پروفیسر ڈاکٹر شفیق احمد
ریٹائرڈ ڈین فیکلٹی آف آرٹس
اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

ریاست بہاول پور کا نعت و مرثیہ گو شاعر......گلزار احمد نادم صابری

Nadim Sabiri belonged to a populous area "Khanpur Katora" of the state of Bahawalpur. His eminent poetic achievement is "Shahnama e Hussain" which was written in two parts on the invitation of Abu Ab-ul-Asr Hafeez Jalandhari. A part from it Nadim Sabiri wrote Naat, Munajaat, Manqabat, Meelad and Monody with the name" Gulzar e Jannat". He adopted up-to-date forms for his poetry.

خان پور کٹورہ ادبی حوالے سے مردم خیز خطہ ہے یہاں محسن خان پوری بھی پیدا ہوئے اور گلزار احمد نادم صابری بھی۔ان کے بارے میں عام طور پر معلومات نہیں ملتیں۔ ادبی جائزہ (خطۂ رحیم خان ۲۰۰۸ء۔۱۹۴۷ء) میں ''شاہنامۂ اسلام'' کی طرز پر ''شاہنامہ حسینؑ'' لکھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔''گلزارِ نعت'' کا ذکر بھی موجود ہے اور زیادہ سے زیادہ یہ جملہ کہ نادم صابری کے کلام پر مذہبی رنگ چھایا ہوا ہے۔[۱]

پروفیسر منیر احمد نے بھی اپنے مقالہ برائے ایم۔فل اُردو بہ عنوان ''قیامِ پاکستان کے بعد بہاول پور میں اُردو مرثیہ کی روایت'' میں گلزار نادم صابری کے بارے میں صرف چند معلومات دی ہیں یعنی یہ کہ نادم صابری ریاست کپور تھلہ مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے خان پور آ گئے اور ان کا انتقال خان پور میں ہوا نیز ہر قومی و ملّی تقریب میں ان کی شرکت ضروری سمجھی جانے لگی۔تقریباً دس صفحات میں ذکر کے باوجود یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ''شاہنامۂ حسینؑ'' کتنی جلدوں پر مشتمل ہے نیز یہ بھی اندازہ نہیں ہوتا کہ نادم صابری نے کون کون سی اصناف میں طبع آزمائی کی[۲] جب کہ ''سخنورانِ رحیم یار خان'' جلد اوّل میں تو نادم صابری کا ذکر تک موجود نہیں تو ایسے میں کتاب کا ذکر کیسے ہوسکتا تھا؟

نادم صابری ہمارے لیے کئی حوالوں سے اہم شاعر ہیں ۔ اوّل یہ کہ انھوں نے ''شاہنامۂ حسینؑ'' دو جلد تخلیق فرمایا پھر ''گلزارِ جنت'' جس کا دوسرا نام ''نخلستانِ نعت'' بھی ہے، مرتب کی۔''شاہنامۂ حسینؑ'' کے بارے میں خود نادم صابری ایک خاص سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''انتباہ: مختلف ذرائع سے معلومات ملی ہیں کہ اس سلسلہ کی پہلی جلد جو سال ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی تھی۔''[۳]

کسی صورت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دوسری جلد کا پہلا ایڈیشن کب مکمل ہوا اور کب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا؟ البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصۂ اوّل دوسری مرتبہ ۲۰۰۰ کی تعداد میں اپریل ۱۹۸۷ء مکتبہ پیامِ حریت، خان پور سے شائع ہوا جب کہ حصہ دوم پہلی مرتبہ ایک ہزار کی تعداد میں اگست ۱۹۶۸ء میں مذکورہ بالا مکتبہ سے شائع ہوا لیکن مشکل یہ ہے کہ دونوں جلدوں کا

سرِ ورق بالکل یکساں ہے اور اگر کوئی فرق ہے تو صرف یہ کہ ایک جلد پر حصہ اوّل اور دوسری پر حصہ دوم لکھا ہے لیکن دونوں پر خطوطِ وحدانی میں ''نو ترمیم'' درج ہے[۴] جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ''شاہنامۂ حسینؑ'' کے دونوں حصے کسی زمانے میں ترمیم سے پہلے بھی چھپ چکے ہیں لیکن کب اور کہاں؟ اس کا سراغ نہیں ملتا۔

''شاہنامۂ حسینؑ'' کے حوالے سے خود مصنف اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ اوائل عمری میں برصغیر کے مسلمانوں میں ''شاہنامۂ اسلام'' کی دھوم تھی اور اسی وجہ سے حفیظ جالندھری کا نام احترام سے لیا جاتا تھا۔ نادم صابری کہتے ہیں میں بھی مختلف محافل میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حفیظ جالندھری کمپنی باغ راول پنڈی میں'' شاہنامۂ اسلام'' کی آخری جلد سے کچھ کلام ارشاد فرما رہے تھے۔ میں اتفاق سے قریب ہی بیٹھا تھا، لہٰذا میں نے عرض کیا کہ اگر ''شاہنامۂ اسلام'' کو اہلِ بیتِ رسولؐ یا واقعہ کربلا تک وسعت دے دی جاتی تو سارا دور مکمل ہوجاتا۔ نادم صابری کی یہ بات سن کر حفیظ جالندھری نے فرمایا برخوردار تم نے ٹھیک کہا ہے لیکن آگے وادیٔ پُر خار ہے۔ بس نادم صابری نے اپنے دل میں ٹھان لی کہ یہ مشکل کام میں انجام دینے کی کوشش کروں گا۔ نادم صابری لکھتے ہیں کہ میں نے ''شاہنامۂ اسلام'' کی تقطیع پر ''شاہنامۂ حسینؑ''منظوم کرنے کا عزم کرلیا[۵]۔ ''شاہنامۂ حسینؑ'' دو جلدوں میں شائع ہوگیا اور اس پر حفیظ جالندھری کا اثر اِس قدر ہے کہ حفیظ جالندھری کے سلام ہی کی طرح حمد ونعت کے بعد سلام بھی حفیظ ہی کے طریقے پر نظم کیا۔ چند شعر دیکھیے:

سلام اس پر کہ جس نے گمرہوں کی رہنمائی کی
سلام اس پر کہ جس نے ہر برے سے خود بھلائی کی
سلام اس پر کہ جس کا راہ تکتی تھی جہانبانی
سلام اس پر کہ جس کی منتظر تھی چاک دامانی
سلام اس پر کہ جس کی ابنِ مریمؑ نے منادی کی
سلام اس پر کہ جس کی سنگریزوں نے گواہی دی [۶]

پھر مثنوی فارم میں صفحہ ۲۲۳ تک تمام تاریخی واقعات کو ترتیب اور صحت کے ساتھ نظم کیا گیا ہے اور جہاں کہیں ضرورت پیش آئی ہے، مؤلف نے حاشیے میں اپنے ماخذ یا روایات کی وضاحت کی ہے۔ اس سارے ''شاہنامۂ حسینؑ'' جلد اوّل کو کل ۱۸۶حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس حصے کا پیش لفظ مولوی عبدالرشید (ایم۔اے۔ ایل ایل بی) سابق جج ہائی کورٹ بہاول پور نے رقم کیا ہے۔

دوسری جلد کل ۱۵۲صفحات پر مشتمل ہے جس میں سے تین صفحے مختلف تقریظوں، دیباچوں، فہرستِ مضامین اور اسی طرح کی کچھ چیزوں کے لیے وقف ہیں۔ پہلا دیباچہ خود نادم صابری کا لکھا ہوا ہے۔ دوسرا مولانا احمد سعید شاہ کاظمی مرحوم کا تحریر کردہ ہے۔ ایک تقریظ احمد پور شرقیہ کے بزرگ شاعر ابن الامام شفتر جعفری کی تحریر کردہ ہے اور ایک تبصرہ آغا صادق حسین نقوی، سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج، کوئٹہ کا ہے جو درحقیقت ایک خط کی صورت میں ہے۔ دوسری جلد کا آغاز بھی حمد ونعت اور اس کے بعد سلام سے ہوتا ہے اور یہ حمد ونعت وسلام پہلی جلد والے حمد ونعت وسلام نہیں ہیں بلکہ از سرِ نو لکھے گئے ہیں۔ سلام کے بعد خطاب ہے اور پھر حضرت عباس علم دار کے ذکر سے ''شاہنامۂ حسینؑ'' کی دوسری جلد کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ بھی کل ۱۲۶حصوں پر مشتمل ہے اور اس کے ذریعے شہادتِ حسینؑ کے بعد کربلا سے مدینے تک کے سارے سفر کو نظم کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ ''شاہنامۂ حسینؑ'' میں دو تین صفحے ظاہر کرتے ہیں کہ نادم صابری کون کون سی اصناف لکھ سکتے ہیں؟ مثلاً یہ قطعہ دیکھیے:

؎ چشمِ حق دیکھتی نہیں نادؔم
تیری صورت نہ تیرے جامے کو
آئینہ دل کا صاف کر پہلے
پھر لگا ہاتھ شاہنامے کو [۷]

گویا نادم صابری کامیاب قطعہ کہہ سکتے ہیں پھر ایک اور شعر پارہ ملاحظہ فرمایئے:

؎ کسی صدف کا نہ موتی نہ لعل و گوہر کا
نہ تختِ ''کے'' کا نہ تاجِ جمِ و سکندر کا
نہ عرش کا نہ ارم کا نہ جوئے کوثر کا
حسینؑ نام ہے انسانیت کے جوہر کا [۸]

گویا نادم صابری ایسا قطعہ بھی کہہ سکتے ہیں جس میں چاروں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں جب کہ ''نشانِ حیدرؑ'' کے عنوان سے نادم صابری نے پاکستانی فوج کے جوانوں کو مخاطب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

؎ سنو! میری فوج کے جوانو!
حسینؑ ہیں حرمتِ محمدؐ، حسینؑ ہیں عز و شانِ حیدرؑ
حسینؑ ہیں سیّدہ کی عصمت، حسینؑ ہیں جسم و جانِ حیدر
حسینؑ ہیں کوہِ استقامت، حسینؑ ہیں قاسمِ کرامت
چلے جو نقشِ قدم پہ ان کے اُسی کا حق ہے نشانِ حیدرؑ
سنو! میری فوج کے جوانو!
صدا فلک سے یہ آ رہی ہے [۹]

نادم صابری کی دوسری کتاب ''نخلستانِ نعت'' ہے جس کا جلی عنوان ''گلزارِ نعت'' بھی ہے۔ ۱۹۹۵ء میں مکتبہ پیامِ حریت، خان پور سے شائع ہوئی۔ اس میں سب سے پہلے سیّد حامد سعید کاظمی اور نادم صابری کی تقریظ اور گوہر ملسیانی کا چار صفحوں پر مشتمل مضمون ''نادم صابری کی نعت گوئی'' شامل ہے، توقیر حسین توقیر نے ایک صفحے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جب کہ صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۱۴۴ تک حمدیہ، نعتیہ اور منقبتی نظمیں شامل ہیں۔ منقبت میں ایک نظم حضرت عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کے لیے ہے اور ایک نظم ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے حوالے سے مرزا غلام احمد قادیانی کی مذمت میں۔ یوں لگتا ہے کہ خان پور میں رہائش کے دوران میں نادم صابری نے پنجابی اور سرائیکی زبان میں بھی مہارت حاصل کر لی تھی کہ تین نظمیں ان زبانوں میں ہیں لیکن آخر میں ایک تضمین پھر بہ زبان اُردو آ گئی ہے۔

نادم صابری کی شاعرانہ فن کاری کا اندازہ ان کی کتاب ''شاہنامۂ حسین'' کی بجائے ''نخلستانِ نعت'' سے کیا جانا چاہیے جس کے تقریباً ۱۳۰ صفحات میں ایسے ایسے ہیئتی تجربے کیے گئے ہیں جو ہر شاعر کے بس میں نہیں۔ مثال کے طور پر قصیدہ فارم میں حمد کو ''حمد نما'' کہنا نئی بات ہے۔ اس کے بعد بارگاہِ رَبّ العزت میں ایک مثنوی ہے جس کا رنگ مناجاتی ہے۔ دو طرح کی تضمینیں ہیں جو صفحہ ۱۹ اور صفحہ ۱۴۲ پر نظر آتی ہیں۔ تضمین صلی علیٰ نبی نا، صلی علیٰ محمد کا پہلا بند چھ ایسے مصرعوں پر مشتمل نظر آتا ہے جس کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ و ردیف ہیں اور بعد میں پانچواں اور چھٹا مصرع اپنے لیے الگ ردیف و قافیہ رکھتا ہے لیکن اس کے بعد شاعر نے ہر بند مخمس ہیئت میں لکھا ہے جو بظاہر نئی بات ہے۔ گویا یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ چھٹا مصرع خود بہ خود دوہرا لینا چاہیے اور اسے لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن دوسری تضمین میں سیّد خیر الانام کے حضور میں سلام کی صورت دی گئی

ہے۔ پہلے چار مصرعے اپنا الگ سے نظام قوانی رکھتے ہیں جب کہ آنے والے چار مصرعے الگ سے ردیف و قافیہ کے حامل ہیں پھر صرف ابتداء کے دو مصرعے آتے اور آنے والے چار مقفّی مصرعوں کے ساتھ مل جاتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

یا نبیؐ سلام علیک یارسولؐ سلام علیک
یا حبیبؐ سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک
اے مرے کمال والے
عظمت و جلال والے
پیاری پیاری آل والے
حیدرؓ و بلالؓ والے
یا نبیؐ سلام علیک یارسولؐ سلام علیک
ذکر تیرا عین عبادت
فکر تیرا عین راحت
حسن تیرا حسنِ فطرت
دست تیرا دستِ قدرت
یا نبیؐ سلام علیک یارسولؐ سلام علیک

پھر صفحہ نمبر۲۲ پر ایک میلادیہ نظم ہے جو ۳۲ بندوں پر مشتمل ہے اور اس میں الگ الگ بندوں کے نمبر دیے گئے ہیں۔نظم کے تین بند ملاحظہ کیجیے:

ے اِس شب کی ہواؤں میں محبت کی ہوا ہے اِس شب کی فضاؤں میں عقیدت کی ضیاً ہے
اِس شب کے ستاروں میں صداقت کی نوا ہے اِس شب کے اشاروں میں امانت کی بقا ہے
اِس شب کے گلستاں میں ہے وَالفجر کی خوشبو
اِس شب کے شبستاں میں ہے واللیل کا جادو
پوشیدہ ہے اِس نجم سحر میں مری عظمت یہ رُوٹھا تو یوں جانئے روٹھی مری قسمت
سونپوں گی اسے آج رسالت کی امانت مل جائیگی انسان کو انساں کی کرامت
اِک روز جو پیشانیِ آدمؑ پہ عیاں تھی
پھر بحرِ کرم جانبِ فاراں رواں تھی
اے لو! وہ کیا فاطرِ عالم نے اشارہ دیکھو وہ چمکنے لگا فاراں پہ ستارہ
ملنے کو ہے اب کشتیِ ہستی کو کنارہ لیجئے وہ ستارہ سرِ مشرق سے پکارا
ہشیار! خبردار ! کہ ہے شاہ کی آمد
ہاں ختمِ رُسلؐ سیّدِ ذی جاہ کی آمد [۱۱]

لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ صفحہ ۳۱ پر بھی ایک میلادیہ نظم بہ عنوان ''سہانی سحر'' ہے جو بظاہر ایسے چار چار مصرعوں پر مشتمل بندوں کی شکل میں ہے جن میں چوتھا مصرع پہلے بند کے دوسرے اور چوتھے مصرعے سے ہم قافیہ ہے لیکن اگر ہم ان مصرعوں میں موجود وقفے کو ختم کردیں اور پہلے اور دوسرے مصرعے کو ملادیں اسی طرح تیسرے اور چوتھے مصرعے کو بھی ایک مصرع کی شکل دے دیں تو یہ قطعہ یا مربع فارم فوراً قصیدہ ہیئت کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔صرف چند بند دیکھیے:

ے جبلِ فاران پر اِک سہانی سحر ''چمکا نورِ خدا'' مرحبا مرحبا

عرش سے فرش تک شرق سے غرب تک تھی یہی اِک صدا مرحبا مرحبا
وجد میں آگئیں پُرسکوں وادیاں شہر مکہ کی شہزادیاں
ان کے دامن میں آباد آبادیاں ہو گئیں پُر ضیا مرحبا مرحبا
ہر ہوا پاک ہے ہر فضا پاک ہے آج موسم کی ہر اک ادا پاک ہے
آسماں اَبر سے یہ زمیں جبر سے پاک سر تابہ پا مرحبا مرحبا
آج صحنِ حرم بقعۂ نور ہے نور والے کی آمد پہ مسرور ہے
آج مروہ صفا ہمسر طور ہے طور ہے جا بجا مرحبا مرحبا [۱۲]

مزید خوبی یہ ہے کہ شاعر نے اندرونی قوافی کا بھی خوب خوب اہتمام کیا ہے جب کہ صفحہ۳۴ پر ایک نیا ہیئتی تجربہ نظر آتا ہے۔ یہ بظاہر پانچ مصرعوں پر مشتمل مخمس نظم ہے جس کے آدھے ٹکڑے کو اور کہیں پورے مصرعے کو ترتیب کے ساتھ پانچویں مصرعے کی شکل دی ہے۔ کہیں پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں اور کہیں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرع ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں۔ اس کے لیے نظم ''مجھے مصطفیٰؐ کی محبت عطا کر'' کے تین بند دیکھنا ہوں گے:

؎ عطا کر الٰہی الٰہی عطا کر مجھے مصطفیٰؐ کی محبت عطا کر
اس بحرِ پُر کیف میں ڈوب جاؤں مجھے ڈوب جانے کی عزت عطا کر
الٰہی عطا کر

وظیفہ مرا ہو سلامِ محمدؐ رہے حشر تک لب پہ نامِ محمدؐ
سنوں اور سناؤں کلامِ محمدؐ کلامِ محمدؐ سے شہرت عطا کر
مجھے مصطفیٰؐ کی محبت عطا کر

فصاحت بلاغت خطابت میں کیا ہے بلا عشق زُہد و عبادت میں کیا ہے؟
یہ سب نعمتیں تو جسے چاہے دیدے مجھے مصطفیٰؐ کی محبت عطا کر
الٰہی عطا کر [۱۳]

پھر صفحہ ۳۶ پر ایک نظم ''حاجت روا ہونے لگی'' دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے جس میں قوافی کے دو نظام اور دو ہیئتیں بیک وقت چلتی ہیں۔ قافیے کے ایک نظام میں سات شعر ہیں اور ان کے تمام مصاریع ہم قافیہ و ہم ردیف ہیں جب کہ ہر شعر کے درمیان ایک ایسا شعر آجاتا ہے جس کا نظام قوافی مثنوی کی بنیاد پر قائم کیا گیا ہے یعنی یہ نظم بیک وقت مثنوی اور ایسی قصیدہ ہیئت میں لکھی گئی ہے جس کے تمام مصرعے مقفّیٰ و مردّف ہیں۔ نظم کے چند حصے دیکھیے:

؎ جب کسی محفل میں نعتِ مصطفیٰؐ ہونے لگی رحمتِ حق جوش میں آئی، فدا ہونے لگی
گرمیِ تکبیر نے محفل کے دل گرما دیئے
یارسول اللہ کے نعروں نے لب مہکا دیئے
ہر طرف صلی علیٰ، صلی علیٰ ہونے لگی جب کسی محفل میں نعتِ مصطفیٰؐ ہونے لگی
جامِ دل خالی تھا جن کا ذکرِ حق نے بھر دیا
بادۂ حب نبیؐ نے مست و بے خود کر دیا
رفتہ رفتہ بے خودی کی انتہا ہونے لگی جب کسی محفل میں نعتِ مصطفیٰؐ ہونے لگی
بارشِ جود و کرم سے داغِ دل دُھلنے لگے
مغفرت کے دَر جو اَب تک بند تھے کھلنے لگے

یا محمدؐ! جب کہا جنت عطا ہونے لگی　　　جب کسی محفل میں نعتِ مصطفیٰ ہونے لگی

عاصیو! آؤ شفاعت کے خزانے لوٹ لو

لوٹ لو نعتِ محمدؐ کے بہانے لوٹ لو [۱۴]

یہاں تک تو بات درست تھی لیکن انگریزی شاعری یا کم از کم مجید امجد کی شاعری سے واقفیت کے بغیر ایک نظم میں دو بحروں کا استعمال حیران کن اور صرف نادم صابری کے فن کا اعجاز ہے۔ بحر ہی نہیں ہیئت بھی مختلف ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نادم صابری نے پہلے ایک شعر قصیدہ فارم میں کہا پھر گیارہ شعر مثنوی ہیئت میں پیش کیے جس کے بعد چھ شعر پھر اسی بحر اور ہیئت میں کہے۔ نظم ''اے کاش'' کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمایے:

؎ اے کاش! عرب کے ساحل پر میرا بھی سفینہ آ جائے
بیتاب نگاہیں اُٹھتے ہی مدنی کا مدینہ آ جائے
میں بد نصیب و پُر خطا اِک روز محوِ خواب تھا
سوئے حرم مجھ کو مرا مرغِ تخیل لے اُڑا
گو سامنے آئے بہت خشکی تری کے مرحلے
پر میرے مرغِ ذوق نے لمحوں میں ہی طے کر لئے
آخر ہوا پورا سفر منزل پہ جا پہنچی نظر
منظر یہی تھا سر بسر کشتے اِدھر ساحل اُدھر
جدّہ نظر آنے لگا پرچم سا لہرانے لگا
اِک وجد سا آنے لگا دِل ناچنے گانے لگا
آخر وہ دیکھی سرزمیں جیسی نہ دیکھی تھی کہیں
دِل نے کہا یہ سرزمیں خلدِ بریں سے کم نہیں
پھر قافلوں کے قافلے آنکھوں میں اپنے دل لئے
صل علیٰ پڑھتے ہوئے سوئے مدینہ چل دیئے [۱۵]

صفحہ ۹۰ پر ایک ایسی نظم موجود ہے جو بظاہر مسدس ہیئت میں نظر آتی ہے لیکن ابتدا میں دو مصرعے ہم قافیہ ہونے کے بعد ہر بند میں مصرعوں کی تعداد تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثلاً پہلے بند میں پانچ ہم قافیہ و ہم ردیف مصرعے ہیں اور یوں یہ تعداد سات ہو گئی جب کہ دوسرے بند میں یہ تعداد بارہ ہو گئی جب کہ ایک اور بند میں شاعر نے پہلے بند کے طریقے کو بالکل بدل دیا جب کہ ایک اور بند میں سولہ ایسے مصرعے آ گئے جو مثنوی ہیئت میں کہے گئے ہیں۔ یوں یہ نظم مرکب ہیئت کی بہترین مثال ہے۔ نظم کے چند شعر ملاحظہ فرمایے:

؎ شجر و حجر زمین و فلک شمس و ماہتاب
صدقے تیرے خدا نے اُتارے کہاں کہاں
وہ آگئے لحد میں مرا بخت دیکھئے
نادم کو مل رہے ہیں سہارے کہاں کہاں
میری میّت کو تہہ خاک چھپانے والو!
اِس طرف دیکھو ذرا لوٹ کے جانے والو!
جاتے جاتے مری چھوٹی سی کہانی سُن لو
یہ کہانی میری تُربت کی زبانی سُن لو
تم کو معلوم ہے دنیا میں گنہ گار تھا میں
عیش دنیا کا طلب گار سیہ کار تھا میں

پھر بھی اِک نام سے بس نام کی اُلفت تھی مجھے
یعنی سرکارؐ سے تھوڑی سی محبت تھی مجھے [۱۶]

ایک نیا تجربہ صفحہ ۱۰۱ پر نظر آتا ہے جس میں صفحہ ۳۱ اور صفحہ ۴۶ یعنی قطعہ اور قصیدہ فارم کو ملانے کا تجربہ کرنے کے بعد مثنوی ہیئت میں دس شعر کہے گئے ہیں اور شاعر پھر اپنی مختص کردہ ہیئت میں لوٹ گیا ہے۔نظم کے کچھ حصے ملاحظہ کیجیے:

ے
اُسے کہہ دو جا کے یہ برملا — جسے ضد حیاتِ نبیؐ سے ہے
جو نبیؐ نہیں تو خدا نہیں — جو خدا نہیں تو جہاں نہیں
جو رہا وجود سے باخبر — وہ پڑا حساب و کتاب میں
جو جمالِ یار میں کھو گیا — اُسے فکرِ سود و زیاں نہیں

تشریحاً:

اللہ نے جب پیکرِ آدم کو بنایا
پھر نورِ نبوت سے اُسے خوب سجایا
اور جملہ فرشتوں کو دیا حکم آؤ!
اِس نور کی تعظیم کرو سر کو جھکاؤ!
سنتے ہی یہ فرمان مَلک جھک گئے سارے
ابلیس بدستور رہا ایک کنارے
اِرشاد ہوا کس لئے سجدہ نہیں کرتا
کیا مجھ سے مرے قہر وغضب سے نہیں ڈرتا؟
بولا کہ اُدھر خاک اِدھر نار ہے مولا
تعظیم کرے نار یہ دشوار ہے مولا [۱۷]

صفحہ ۱۱۰ تک حمد اور نعتیہ منظومات ہیں جب کہ کتاب کے عنوان کے برعکس یارانِ نبیؐ ،صدیق اکبرؓ،حضرت فاروقِ اعظمؓ،حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نیز حضرت حسینؓ کے لیے نظمیں کہی گئی ہیں۔ آخر میں حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی شان میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا ہے اور اس کے بعد سرمۂ چشم مرزائیت کے حوالے سے ایک نظم کہی گئی ہے۔نظم ''یارانِ نبیؐ''بطورِ خاص قابلِ توجہ نظم ہے کہ اس کے کچھ حصے ایک ایسی آزاد نظم کی صورت میں نظر آتے ہیں جس میں کہیں قطعے کی ہیئت ہے، کہیں مثنوی کی اور کہیں بظاہر کوئی ہیئت نہیں۔نظم کا آخری حصہ ملاحظہ فرمایے:

ے
کر توبہ!
یکساں جان انہیں
ہے وقت ابھی .... پہچان انہیں
یہ ہیں بھائی
عبداللہؓ،عمرؓ
عثمانؓ وعلیؓ
ع عبداللہؓ اور ع عمرؓ
ع عثمانؓ اور ع علیؓ
ان چار عیون کو ایک سمجھ

ان چاروں کو تو نیک سمجھ
جو اِن کا ہے

وہ ! اُن کا ہے
جو اِن کا نہیں
وہ! اُن کا نہیں [۱۸]

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ گلزار احمد نادم صابری بہاول پور کے شعراء میں اس حوالے سے ممتاز مقام رکھتے ہیں کہ انہوں نے مشکلات کا اندازہ ہونے کے باوجود حفیظ جالندھری کے کام کو آگے بڑھایا اور ''شاہنامۂ حسینؑ'' مکمل کیا جب کہ ''نخلستانِ نعت'' میں حمد، مناجات، نعت، میلاد، منقبت اور کچھ موضوعاتی نظموں کے ساتھ ہیئت کے ایسے شان دار اور دلچسپ تجربے کیے ہیں جو انگریزی شاعری اور اُردو میں مجید امجد کی شاعری کے تجربوں کی یاد دلاتے ہیں۔ اس زمانے میں آزاد نظم کا تجربہ اور بنی بنائی ہیئتوں کو توڑنے پھوڑنے کا تجربہ خصوصیت کا حامل ہے۔

☆☆☆

حواشی

۱۔ سیّد مستقیم نوشاہی، ''ادبی جائزہ'' (خطۂ رحیم یار خان ۱۹۴۷ء۔۲۰۰۸ء)، بزمِ تخلیق ادب ناشر، پاکستان، مئی ۲۰۰۸ء، ص۵۴۔۵۳
۲۔ منیر احمد، ''قیامِ پاکستان کے بعد بہاول پور میں اُردو مرثیہ کی روایت''، مقالہ برائے ایم۔فل ،شعبۂ اُردو واقبالیات، مملوکہ اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول پور، ۲۰۰۵ء۔۲۰۰۳ء، صفحات ۱۴۰۔۱۳۰
۳۔ نادم صابری، ''شاہنامۂ حسینؑ'' (حصہ دوم)، مکتبہ پیامِ حریت خان پور، ضلع رحیم یار خان، ۱۹۸۷ء، ص۲
۴۔ نادم صابری، (سرورق) ''شاہنامۂ حسینؑ''، (جلد اوّل/ دوم)
۵۔ نادم صابری، (عرضِ مصنف) ''شاہنامۂ حسینؑ''، (حصہ دوم)
۶۔ نادم صابری، ''شاہنامۂ حسینؑ''، (جلد اوّل)، ص۱۷
۷۔ نادم صابری، ''شاہنامۂ حسینؑ''، (جلد دوم)، ص۴
۸۔ ایضاً، ص۵
۹۔ ایضاً، ص۶
۱۰۔ نادم صابری، ''گلزارِ جنت''، مکتبہ پیامِ حریت، خان پور، ۱۹۹۵ء، ص۱۴۳۔۱۴۲
۱۱۔ ایضاً، ص۲۵۔۲۴
۱۲۔ ایضاً، ص۳۲۔۳۱
۱۳۔ ایضاً، ص۳۴
۱۴۔ ایضاً، ص۳۷۔۳۶
۱۵۔ ایضاً، ص۵۸۔۵۷
۱۶۔ ایضاً، ص۹۲
۱۷۔ ایضاً، ص۱۰۲۔۱۰۱
۱۸۔ ایضاً، ص۱۱۳